بِاسْمِهٖ تَعَالٰی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم، أَمَّا بَعْدُ!

نفس خبر اور اس کی چار اقسام:

حدیث کی چار تقسیمات میں سے نفس خبر کا مطلب یہ بتلایا تھا کہ کوئی بھی خبر خواہ وہ حدیث ہو یا نہ ہو، اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱)......**صدق محض**: جیسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا دعویٰ نبوت۔ اس کی اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں کہ جن میں کذب کا کوئی ادنیٰ سا بھی احتمال نہیں، اگر کوئی اپنے اختیار سے اس میں کذب کا احتمال نکالے گا تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔

۲)......**کذب محض**: جیسے فرعون کا دعویٰ الوہیت۔ یعنی فرعون نے اپنی قوم کے سامنے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہارا الٰہ ہوں۔ (نعوذ باللہ من ذلک) تو موحد اور صاحبِ ایمان شخص کی نسبت سے یہ دعویٰ جھوٹ ہی جھوٹ ہے، اس میں صدق کا ادنیٰ سا بھی احتمال نہیں، اگر کوئی شخص اپنے اختیار سے اس دعویٰ میں صدق کا احتمال نکالے گا تو ایسا شخص بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

۳)......**محتمل صدق و کذب**: ایک وہ خبر ہے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہو کہ سچ بھی ہو سکتی ہے اور جھوٹ بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے ایسے شخص کی خبر جو شرعی نقطۂ نظر سے فاسق ہے۔ تو فاسق چونکہ گناہوں کا ارتکاب کرتا رہتا ہے تو وہ جھوٹ بھی بول سکتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر وقت جھوٹ بولے اور اس کی ہر بات جھوٹ ہو، سچ بھی ہو سکتی ہے۔

۴)......**راجح الصدق**: یعنی اس شخص کی خبر جس کو ہم عادل کہتے ہیں، عادل کا مطلب جیسا کہ پہلے بھی بار بار بتلایا جا چکا ہے، حدیث کی اصطلاح میں عادل اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہِ کبیرہ سے بچتا ہوں اور گناہِ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔ اب ایسے شخص کی بات میں غالب اور راجح احتمال اس بات کا ہوگا کہ اس کی بات سچی ہے۔ لیکن چونکہ انسان ہے دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے، لیکن وہ احتمال مغلوب ہے اور سچائی کا پہلو غالب ہے۔

راجح الصدق محدثین میں ہو ہوتا ہے:

اب یہ جو ''راجح الصدق'' ہے یہ محدثین میں ہوتا ہے۔ جس زمانے میں احادیث کی تدوین ہو رہی تھی اور لوگ ایک ایک حدیث کے لئے کوفہ، بصرہ، بغداد، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا کرتے تھے، کتابوں کی شکل میں احادیث اس طرح دستیاب نہیں تھیں جیسا کہ آج ہیں، تو اس زمانے میں یہ حدیث کا فن بڑا دلچسپ فن تھا اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈالی تھی کہ دنیا کے کسی کونے میں کوئی حدیث ہو تو اس حدیث کو اپنے سینے میں محفوظ کریں۔ اور اس طرح حدیث کا یہ ذخیرہ صدور الناس سے بطون الأوراق کی زینت بنا۔ اس دور میں بھی یہ سلسلہ ہے، لیکن آج کل عام طور

پر ''اِجازۃ'' کا سلسلہ ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

محدث کس کو کہتے ہیں؟

اب یہاں راجح الصدق سے مراد ''محدث'' ہے۔اور ''محدث'' اس شخص کو کہتے ہیں جو روایتِ حدیث کے شیخ ہوں۔ اورفنِ حدیث میں جس کو مہارت حاصل ہو۔ جیسے ''مفسر'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کو فن تفسیر میں مہارت حاصل ہو۔

راجح الصدق کی تین اطراف:

اب راجح الصدق کی تین سائڈز ہیں۔

۱......سماع یعنی سننا

۲۔حفظ یعنی یاد کرنا

۳۔أداء یعنی آگے پہنچانا

ان میں سے ہر طرف کے دو پہلو ہیں: ایک عزیمت اور دسرا رخصت

نقشہ ملاحظہ فرمائیں:

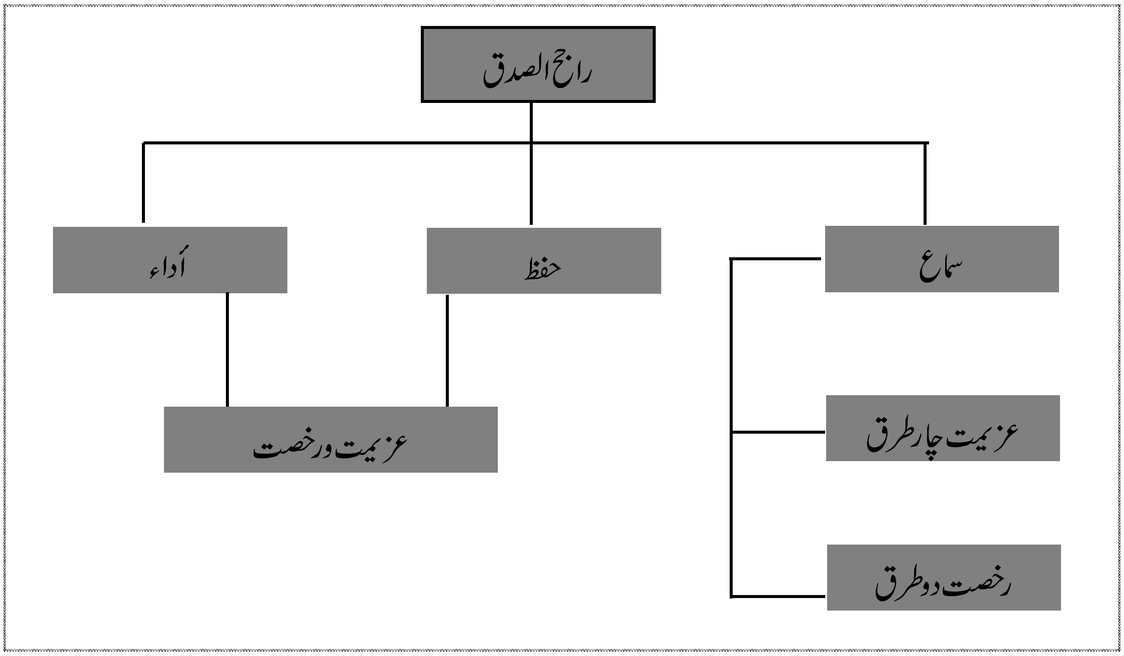

عزیمت اور رخصت کا مفہوم:

عزیمت کا مطلب ہے ''اصل حکم'' اور رخصت کا مطلب ہے ''آسانی اور گنجائش''۔ یعنی اصل حکم تو یہ ہے (عزیمت ﴾ لیکن اس کی بھی گنجائش ہے ﴿رخصت ﴾۔ جیسے چار رکعت یہ عزیمت ہے اور سفر کی حالت میں دو رکعت رخصت

ہے۔اسی طرح حالتِ سفر یا حالتِ مرض میں روزہ رکھنا یہ عزیمت ہے لیکن ان حالتوں میں روزہ چھوڑ دینا یہ رخصت ہے۔ کتاب اللہ کی بحث میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

طرفِ سماع میں عزیمت کے چار طرق:

پہلا طریقہ: سماع میں عزیمت یہ ہے کہ شاگرد حدیث پڑھے اور استاذ سنے۔ پرانے زمانے میں محدثین کے یہاں ایک طریقہ یہ تھا کہ شاگرد سند اور متنِ حدیث پڑھتا تھا اور استاذ سنتا تھا۔اب ظاہر ہے کہ ایک حدیث پڑھی جا رہی ہے اور اس حدیث کی سند اس شیخ سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام تک پہنچ رہی ہے تو جب شاگرد حدیث مکمل پڑھ لیتا تو وہ استاذ سے پوچھتا تھا کہ کیا یہ روایت آپ کو آپ کے شیخ سے اسی طرح پہنچی ہے؟ تو استاذ یا شیخ یہ تصدیق کرتا کہ ہاں! یہ حدیث اس سند اور اس متن کیساتھ مجھے اسی طرح اپنے شیخ سے پہنچی ہے۔تو ایک طریقہ یہ تھا۔

دوسرا طریقہ: اس کے برعکس ہوتا تھا کہ استاذ سناتے تھے اور شاگرد سنتے تھے۔حدیث کے بہت بڑے بڑے حلقے ہوا کرتے تھے،اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر کا سسٹم تو تھا نہیں،استاذ کی آواز دوسروں تک پہنچانے کے لئے شاگردوں کی ایک جماعت مکبرین ہوا کرتی تھی جیسا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی عدم دستیابی کی صورت میں امام کی آواز تمام نمازیوں تک پہنچانے کے لئے مکبرین ہوتے ہیں۔اب ظاہر ہے کہ جب استاذ خود حدیث سنائے کہ یہ حدیث میں نے فلاں سے سنی اور فلاں نے فلاں سے سنی یہاں تک کہ سلسلہ سند صحابی اور پھر حضورِ پاک ﷺ تک جا پہنچے،حدیث مکمل ہوگئی۔تو اس صورت میں تصدیق کی ضرورت نہیں برخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں شاگرد پوچھتا تھا کہ کیا یہ حدیث آپ کو اسی طرح پہنچی ہے؟اور شیخ اس کی تصدیق کرتا تھا،لیکن یہاں اس سوال اور تصدیق کی ضرورت نہیں،کیونکہ شیخ نے خود اپنی زبان سے سلسلۂ سند بیان کردیا ہے۔

تیسرا طریقہ: کتابت کا ہوتا تھا کہ کسی شیخ کی اپنی جمع کردہ احادیث کی کتاب ہے،وہ شیخ اس میں خطبہ لکھنے کے بعد یہ لکھ لیتے تھے کہ ''من فلان بن فلان الی فلان بن فلان''،اور یہ بھی لکھ دیتے تھے کہ یہ میری روایت کردہ احادیث کا مجموعہ ہے،جب یہ مجموعہ آپ کو پہنچ جائے تو میری طرف سے اس مجموعۂ حدیث کو آگے پہنچانے کی اجازت ہے۔یہ طریقہ بھی اس زمانے میں رائج تھا۔

چوتھا طریقہ: رسالت یعنی قاصد بھیجنے کا ہوتا تھا کہ شیخ اپنی مجموعہ احادیث کسی قاصد کے ذریعہ اپنے کسی شاگرد کے پاس بھیجتے تھے اور اس مجموعہ احادیث کی اپنی سند سے روایت کی اجازت دیتے تھے۔

تو ان طریقوں سے یہ احادیث ایک سینہ سے دوسرے سینہ تک پہنچتی تھیں،طرفِ سماع میں یہ چاروں طرق عزیمت اور اصل ہیں۔

طرفِ سماع میں رخصت کے دو طریقے:

پہلا طریقہ: طرفِ سماع میں رخصت ''اِجازۃ'' ہے کہ شاگرد خود استاذ کے پاس آ گئے اور استاذ نے ان کو اپنی سند سے کسی کتاب کی روایت کی اجازت دیدی کہ میری طرف سے آپ کو مثلاً مشکوٰۃ شریف کی روایت کی اجازت ہے۔

یہ طریقہ آج بھی رائج ہے، ہمارے اکابرین کا اس پر آج بھی عمل ہے، اگر معلوم ہو جائے کہ فلاں علاقے میں کوئی بزرگ یا شیخ ہیں جن کی سند میں واسطے کم ہیں تو ان سے اجازتِ حدیث حاصل کر کے اپنی سند کو عالی بنانے کے لئے دور دراز کا سفر کرتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا جا سکے۔ اب ظاہر ہے کہ عالی اور مضبوط سند تو وہی ہوگی کہ جس میں واسطے کم ہونگے۔ اس میں ایک قسم کی حلاوت اور مٹھاس ہے۔

دوسرا طریقہ: طرفِ سماع میں رخصت کا دوسرا طریقہ مناولہ کا ہوتا تھا۔ یعنی شیخ اپنا مجموعہ احادیث شاگرد کو پکڑا دیتا تھا کہ یہ لے لو اور آپ کو میری طرف سے اس کی روایت کی اجازت ہے۔ یہاں تک تو بات سماع سے متعلق تھی۔

طرفِ حفظ میں عزیمت اور رخصت:

اب سننے کے بعد اس حدیث کو یاد رکھنا ''حفظ'' کا مرحلہ ہے۔ طرفِ حفظ میں عزیمت یہ ہے کہ کتاب کے بغیر ہوا اپنے حافظے پر اعتماد کریں اور رخصت یہ ہے کہ آپ کتاب پر اعتماد کریں حافظے پر اعتماد نہ کریں۔ پرانے زمانے میں یہی ہوتا تھا، ان لوگوں کے حافظے بہت تیز تھے۔ اس زمانے میں جو آدمی اپنے حافظے پر اعتماد کرتا تھا وہ بہت معتبر سمجھا جاتا تھا۔

طرفِ اَداء میں عزیمت اور رخصت:

تیسرا ہے ''ادا'' یعنی آپ نے حدیث سنی، یاد کی اور اب اس حدیث کو آگے پہنچانے کا مرحلہ آیا۔ ''اَداء'' میں عزیمت یہ ہے ''لفظ اور معنیٰ'' دونوں آپ نقل کریں، حدیث کے الفاظ میں کسی ایک لفظ کا بھی ردّ و بدل نہ کریں۔ یہ صحابہ کے زمانہ میں بھی تھا کہ حضورِ پاک ﷺ نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں بعینہٖ وہی الفاظ راوی بیان کرتے تھے، اس کا حاصل اور معنی نہیں، اس کو ''روایت باللفظ'' کہتے ہیں۔ اداء میں یہ اصل اور عزیمت ہے کہ آپ ﷺ کے الفاظ بھی تبدیل نہ ہوں۔

''اَداء'' میں رخصت یہ ہے کہ ''روایت بالمعنیٰ'' ہو، یعنی حدیث کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں آگے نقل کرنا مثلاً ایک حدیث میں ایک مسئلہ بیان کیا گیا، راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق وہی مسئلہ اپنے الفاظ میں آگے بیان کر دیا تو اس کو ''روایت بالمعنیٰ'' کہتے ہیں۔

روایت بالمعنیٰ کا شرعی حکم کیا ہے؟

اب یہ جائز ہے یا نہیں کہ حضورِ پاک ﷺ نے کوئی حدیث بیان فرمائی اور کوئی صحابی اس حدیث کے مفہوم کو اپنے الفاظ

میں آگے نقل کرے، یا اسی طرح صحابی نے کوئی حدیث سنائی اور تابعی اس کے مفہوم کو آگے نقل کرے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ ''محکم'' ہے تو جائز ہے۔ محکم کا مطلب یہ ہے کہ جس کا معنی بالکل واضح ہو، اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہ ہو، تو اگر کوئی حدیث محکم ہے تو اس حدیث کی روایت بالمعنی یعنی اس حدیث کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں آگے نقل کرے تو جائز ہے خواہ وہ راوی مجتہد ہو یا غیر مجتہد ہو، خواہ فقیہ ہو یا نہ ہو۔

لیکن اگر وہ مشکل، مجمل یا مشترک ہے یعنی کوئی ایسا لفظ ہے کہ جس کے لغت میں دو معنی ہیں جیسے "ثلٰثة قروء" قرآنِ کریم میں ہے: "والمطلقٰتُ یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء" یعنی جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ان کی عدت تین قروء ہے۔ ''قروء'' "قرء" کی جمع ہے، لغت میں اس کے دو معنی ہیں، ایک معنی ''حیض'' کے ہیں اور دوسرا معنی ''طہارت'' کے ہیں، لفظ ایک ہے اور اس کے دو معنی بالکل ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

اب اگر کسی حدیث میں ''قرء'' لفظ کا استعمال ہوا ہے اور کوئی اس حدیث کو روایت بالمعنی کرے تو ظاہر ہے کہ وہ ''قرء'' کا لفظ تو استعمال نہیں کرے گا، یا تو وہ ''طہر'' کا معنی استعمال کرے گا یا ''حیض'' کا۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے مواقع میں عام آدمی کے لئے تو روایت بالمعنی جائز نہیں، ہاں! ایسے مواقع میں مجتہد کے لئے جائز ہے۔

جوامع الکلم میں روایت بالمعنی جائز نہیں:

حضورِ پاک ﷺ کی پاک احادیث ایسی ہیں جو ''جوامع الکلم'' کہلاتی ہیں، جوامع، جامع کی جمع ہے اور کلم، کلمہ کی جمع ہے۔ "لفظه قلیل و معناه کثیر" یعنی ان احادیث کے الفاظ تو بہت مختصر ہیں، لیکن وہ الفاظ اپنے اندر معانی کا سمندر سموئے ہوئے ہے۔ جوامع الکلم پر باقاعدہ کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔

جوامع الکلم میں روایت بالمعنی کسی کے لئے بھی جائز نہیں خواہ فقیہ ہو یا نہیں، مجتہد ہو یا نہیں۔ اس لئے کہ اس کی جامعیت اس لفظ کی وجہ ہے اگر وہ لفظ ہی ختم کر دیا جائے تو اس کی جامعیت ہی ختم ہو جائے گی۔

جوامع الکلم کی مثال:

مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا: "الغُنُمُ بِالْغُرُمِ"

"غُنُم" فائدہ کو کہتے ہیں، اور "غُرُم" رسک اور نقصان کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا Reward آپ کو مل رہا ہے، اس چیز کا Risk بھی آپ لیں گے۔ تو یہ ایسے الفاظ ہیں کہ اگر آپ ان الفاظ کو تبدیل کر دیں تو ان کی جامعیت ختم ہو جائے گی۔ اور آپ ﷺ کو یہ ارشاد ایک حکم کلی ہے اور ایک فارمولا ہے، جو چیز آدمی کے رسک میں نہ آئے اس چیز کا نفع لینا ناجائز قرار دیا۔ اب آپ دیکھیں لوگ کہتے ہیں کہ ہم کوئی مشینری کرائے پر دیتے ہیں، اس کے Against کرایہ لیتے ہیں، ٹھیک ہے جائز ہے۔ تو پیسہ بھی تو کرایہ پر دیا جا سکتا ہے، کرائے پر دینے کی نسبت سے پیسہ میں اور مشینری میں کیا فرق ہے!

پیسہ بھی تو مشینری کی طرح کرائے پر دیا جاسکتا ہے، اوراس کے بدلے کرایہ وصول کرنا جائز ہونا چاہیے، کہ کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ ایک لاکھ روپیہ ایک مہینے کے لئے مجھے کرائے پر دیدو، ایک ماہ بعد میں آپ کواس کا دس ہزار روپیہ کرایہ دوں گا، تو یہ جائز ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، مشینری کرائے پر دینے میں اور پیسہ کرائے پر دینے میں کئی فرق ہیں اور ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مشینری کی صورت میں رسک ٹرانسفر ہو رہا ہے جبکہ یہاں پیسے کی صورت میں رسک ٹرانسفر نہیں ہو رہا۔ مشینری جو میں آپ کو کرائے پر دے رہا ہوں، اس کا رسک میرے پاس ہے، کرایہ دار کا نہیں، لہٰذا اگر وہ مشینری کرایہ دار کی بلاکسی تعدی کے ہلاک وتباہ ہوجائے تو کرایہ دار پر کوئی ضمان نہیں آئے گا۔ البتہ پیسہ جو آپ نے کسی کو دیا، یہ قرض ہوگیا، قرض میں رسک قرض لینے والے کی طرف ٹرانسفر ہوگیا، اگر وہ پیسے چھن جائیں تو قرض دینے والے کی کوئی ذمہ داری نہیں، اس کا کوئی نقصان نہیں، نقصان قرض لینے والے کا ہے، کیونکہ رسک اس کی طرف ٹرانسفر ہوگیا، لہٰذا اب چونکہ قرض دینے والے کا کوئی رسک نہیں، تو اب وہ کسی Reward کا بھی مستحق نہیں۔

اسی اصول کی بناء پر "بیع قبل القبض" کا مسئلہ ہے کہ جو چیز آپ کے رسک میں نہیں آئی، اس کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔ اس کلی حکم میں اور بھی بے شمار احکامات آتے ہیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ" جو آدمی اپنے دین کو تبدیل کرے یعنی مرتد ہوجائے تو اس کو قتل کردو۔

اس میں ایک نکتہ ہے کہ دوسرے دلائل کی روشنی میں اس حکم سے عورت مستثنیٰ ہے، یعنی اگر کوئی عورت مرتد ہوجائے تو بالاتفاق اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، حالانکہ یہاں حدیث میں ''من'' عام ہے جو مرد وعورت دونوں کو شامل ہے، تو اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ خواہ مرد مرتد ہوجائے یا عورت مرتد ہوجائے دونوں کو قتل کیا جائے۔ لیکن اسلام میں عورت کے ارتداد سے متعلق حکم یہ ہے اگر عورت مرتد ہوجائے تو پہلے اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا، اس کے شبہات دور کیے جائیں گے، اگر اسلام قبول کرلیا تو ٹھیک ورنہ اس کو قید کردیا جائے گا یہاں تک کہ اسلام قبول کرلے، لیکن قتل نہیں کیا جائے گا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''من'' تو عام ہے اور اس حدیث کی روایت بالمعنی کرے کہ مرد وعورت دونوں کو اس میں شامل کردے۔ مثلاً یہ کہے: "کل من بدّل دینہ فاقتلوہ"، یعنی ہر کوئی جو اپنا دین بدلے اس کو قتل کردو۔ اب یہاں ''کل'' کا لفظ داخل کر کے روایت بالمعنی کردی۔ تو یہ جائز نہیں، کیونکہ مطلب میں خلل واقع ہوجائے گا اور اسلام کے احکام اس طریقے سے بالکل بدل جائیں گے۔ اور یہ بڑی دقیق بحث ہے کہ ''من'' کے اندر عموم کم درجہ کا ہے، جبکہ ''کل'' کے اندر عموم مستحکم ہے۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ ایسے مواقع میں بھی روایت بالمعنی جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب